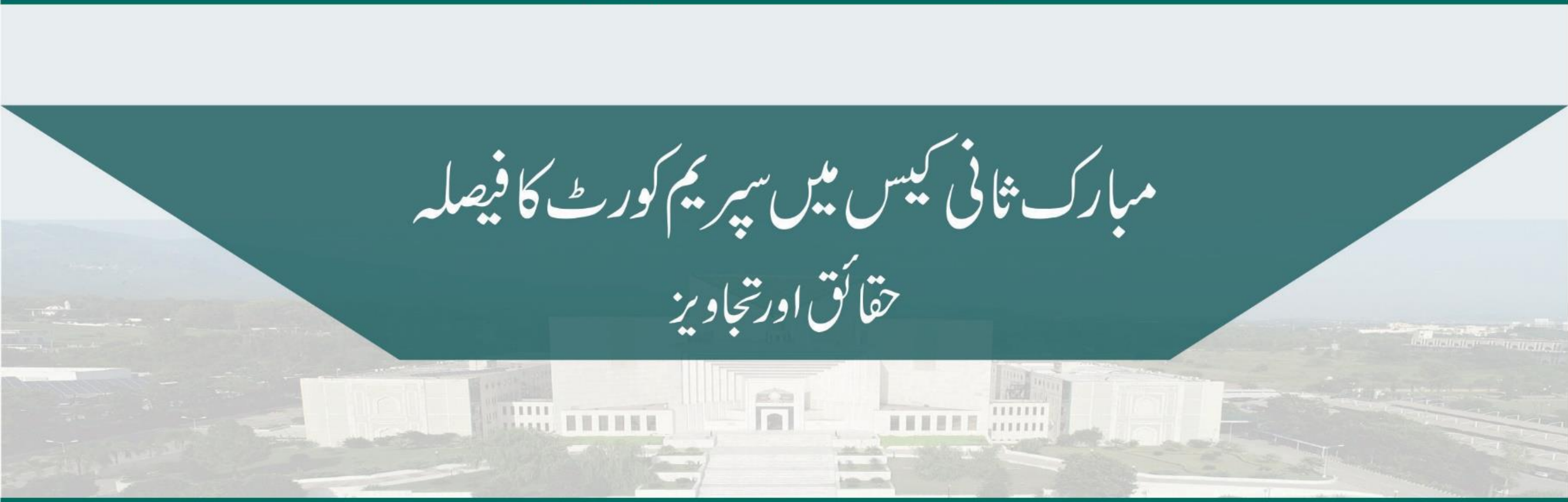

مبارک ثانی کیس میں سپریم کورٹ کا فیصلہ

حقائق اور تجاویز

ایشو بریف

انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد کی جانب سے توہینِ مذہب کے قانون پر ایک تفصیلی تحقیق کے ایک حصے کے طور پر، ''مبارک ثانی کیس میں سپریم کورٹ کا فیصلہ اور آئندہ کا لائحہ عمل'' کے عنوان سے مورخہ ۲۸ اگست ۲۰۲۴ء کو ایک مشاورتی اجلاس کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں عدالتی فیصلے کو سمجھنے اور اس کا تجزیہ کرنا کی کوشش کی گئی، پاکستان میں توہینِ مذہب کے قانون اور مذہبی آزادی پر پاکستان کے عدالتی نظائر اور سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے کے قانونی اور سماجی اثرات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی۔ توہینِ مذہب کے قانون کے تاریخی پسِ منظر کو زیرِ بحث لایا گیا اور اس بحث کی روشنی میں پالیسی اقدامات کے لیے تجاویز پر غور کیا گیا۔ اجلاس میں چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل علامہ محمد راغب حسین نعیمی، چیئرمین انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز خالد رحمٰن، ممتاز عالمِ دین علامہ زاہد الراشدی، ڈاکٹر شہزاد اقبال شام، پروفیسر ڈاکٹر عطاء اللہ محمود وٹو، ایڈووکیٹ سپریم کورٹ عمران شفیق، ایڈووکیٹ یاسر امان، ڈاکٹر اسد اللہ خان، علامہ رفیق شنواری، ڈاکٹر عائشہ رفیق، ڈاکٹر سومیہ عزیز اور ایڈووکیٹ سجاد حمید سمیت دیگر افراد نے اظہارِ خیال کیا۔ یہ ایشو بریف بنیادی طور پر اس مشاورتی اجلاس کی گفتگو اور مکالمے پر مبنی ہے۔

تعارف

مذہبی آزادی، آزادی اظہار رائے اور توہینِ مذہب کے قوانین دنیا بھر میں شدت سے بحث اور مباحثے کا موضوع ہیں۔ پاکستان کے توہینِ مذہب سے متعلق قوانین بھی، جن کے مذہبی آزادی، انسانی حقوق اور سماجی ہم آہنگی پر دور رس اثرات ہیں، اسی تناظر میں ایک عرصے سے بحث کا موضوع رہے ہیں۔ تعزیرات پاکستان، ۱۸۶۰ء میں توہینِ مذہب سے متعلق قانونی دفعات کے بارے میں ایک تاثر یہ ہے کہ یہ اپنی نوعیت اور بنیاد کے اعتبار سے نوآبادیاتی دور کا تسلسل ہیں اور دیگر بہت سے قوانین کی طرح بعض اوقات مذہبی اقلیتوں، اور دیگر کمزور گروہوں کے افراد کے خلاف استحصال کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اس لیے متعلقہ سماجی اور انتظامی حالات نے قانونی دفعات کے باوجود، کئی مرتبہ امنِ عامہ کی صورتحال کو خطرے میں ڈال دیا۔

ملکی عدالتی نظام پر بداعتمادی کے عمومی ماحول میں توہینِ مذہب کے مقدمات سے متعلق ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ عمومی طور پر عدالتوں کی جانب سے قانون کی تشریح اور فیصلوں کو مختلف حلقوں اور طبقات کی جانب سے شکوک و شبہات اور تشویش کے ساتھ دیکھا جاتا ہے[1]۔ اس کی ایک مثال ۲۴ جولائی ۲۰۲۴ کو پاکستان کی سپریم کورٹ کے مبارک ثانی کیس کے فیصلے پر پیدا ہونے والی سنگین صورتحال اور تنازعہ ہے۔ اس کیس میں، عدالت نے ملزم کی ضمانت کے معاملے میں اپنے فیصلے مورخہ ۶ فروری ۲۰۲۴ء کا جائزہ لیا تھا، اور اسے برقرار رکھتے ہوئے اس کی وضاحت کرنے کی کوشش کی۔ تاہم اس دوسرے فیصلے نے معاشرے میں بے چینی کی کیفیت پیدا کر دی۔ فیصلے کے خلاف ردعمل سامنے آیا اور مسالک کی تقسیم سے قطع نظر تمام دینی و مذہبی طبقات نے سپریم کورٹ کے فیصلے پر عدم اعتماد کا اظہار کیا۔ نتیجتاً سپریم کورٹ نے مورخہ ۲۲ اگست ۲۰۲۴ء کو ایک بار پھر سماعت کے بعد نظرِثانی کے اپنے فیصلے (۲۴ جولائی

[1] پاکستان میں رمشہ مسیح بنام اسٹیشن ہاؤس آفیسر پولیس اسٹیشن رمنا پی ایل ڈی ۲۰۱۳، اسلام آباد ۱، آسیہ مسیح بنام سرکار پی ایل ڈی ۲۰۲۹ سپریم کورٹ ۶۴، اور ممتاز قادری بنام سرکار پی ایل ڈی ۲۰۱۶ سپریم کورٹ ۱۷، اس کی واضح مثالیں ہیں۔

۲۰۲۴ء) میں سے متنازعہ پیراگرافوں کو حذف کرنے کا فیصلہ کیا اور ۱۰ اکتوبر ۲۰۲۴ء کو اس کا تفصیلی فیصلہ جاری کیا ہے۔[۲]

بظاہر اس فیصلہ نے ماحول میں تناؤ کا خاتمہ کر دیا ہے۔ تاہم آئندہ ایسی صورت حال سے بچنے کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اس کیس میں کیا چیز دراصل تنازع کی وجہ بنی؟ اور آئندہ ایسے مسائل کا تدارک کیسے کیا جا سکتا ہے؟ اس سلسلے میں یہ بھی اہم ہے کہ سابقہ عدالتی نظائر میں اس مسئلہ کو کیسے دیکھا گیا ہے؟ نیز یہ کہ فقہ اسلامی کی روشنی میں قادیانیوں کی مذہبی حیثیت کیا ہے؟

مبارک ثانی کیس میں سپریم کورٹ کا فیصلہ اور ردعمل

مبارک ثانی کیس بنیادی طور پر ایک ممنوعہ کتاب ''تفسیرِ صغیر'' کی اشاعت اور تقسیم سے متعلق ہے[۳]۔ تفسیرِ صغیر قرآنِ پاک کا ایک تحریف شدہ ترجمہ ہے جسے قادیانیوں کے ادارے مدرسۃ الحفظ عائشہ اکیڈمی و مدرسۃ البنات کی سالانہ تقریب کے انعقاد پر نصرت جہاں کالج برائے خواتین (چناب نگر چنیوٹ) کے گراونڈ میں تقسیم کیا گیا۔ اس کیس میں ماتحت عدالتوں یعنی سیشن کورٹ اور ہائی کورٹ نے ملزم مبارک ثانی پر پنجاب قرآن شریف طباعت وضبط ایکٹ ۲۰۱۱ کی دفعہ ۷ اور ۹، اور تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۵-بی اور سی کے تحت فردِ جرم عائد کی اور اس کی ضمانت کی درخواست مسترد کی۔ تاہم ملزم کی جانب سے عدالت عظمی میں اپیل کے جواب میں سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے مورخہ ۶ فروری ۲۰۲۴ء[۴] اور پھر نظرثانی فیصلے مورخہ ۲۴ جولائی ۲۰۲۴ء[۵] میں ان قوانین کے تحت فردِ جرم ختم کر دی اور ملزم کو ضمانت پر رہائی کا حکم دے دیا۔

ضمانت کے اس کیس میں سپریم کورٹ نے مورخہ ۶ فروری ۲۰۲۴ء کو اپنے اپیل کے فیصلے میں چند بنیادی نکات کی وضاحت کرنے کی کوشش کی جسے تشویش کی نظر سے دیکھا گیا اور اس پر ایک شدید مذہبی، سیاسی اور سماجی ردعمل سامنے آیا۔ سپریم کورٹ نے اس حوالے سے مورخہ ۲۲ فروری ۲۰۲۴ء کو ایک وضاحتی پریس ریلیز جاری کی اور ردعمل کو غلط فہمی پر مبنی قرار دیا۔[۶]

تاہم اس کے بعد سپریم کورٹ میں ملزم کی اپیل کے فیصلے کو نظرثانی کے مرحلے میں درج ذیل اعتراضات کی بنیاد پر چیلنج کیا گیا کہ:[۷]

۱۔ اس میں عقیدہ کی آزادی اور عدم اکراہ سے متعلق آیات سے تحریف شدہ ترجمہ قرآن کی اشاعت و تقسیم کے کیس میں بے موقع و بے محل استدلال کیا گیا۔ اور اس استدلال سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ قادیانی اگر اپنی تفسیر شائع یا تقسیم کرتے ہیں تو یہ ان کی مذہبی آزادی کا تقاضا ہے جو کہ اسلام انہیں بطورِ حق دیتا ہے۔

۲۔ حفاظتِ قرآن سے متعلقہ آیات سے بھی غلط استدلال کیا گیا جس سے تاثر یہ ملا کہ تحریف شدہ ترجمہ قرآن کی اشاعت مذہبی آزادی کا معاملہ ہے جس پر فوجداری کاروائی نہیں ہو سکتی۔

---

[۲] سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ وفاقِ پاکستان اور حکومتِ پنجاب کی جانب سے ایک فوجداری متفرق درخواست پر دیا گیا کہ جس میں حکم نامہ مورخہ ۲۴ جولائی ۲۰۲۴ میں غلطیوں کی تصحیح کے لیے استدعا کی گئی تھی۔ یہ درخواست مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۹۹۸ کی دفعہ ۵۶۱-اے مع سپریم کورٹ رولز کے آرڈر XXXIII کے رول ۶ و مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ کی دفعات ۱۵۲ و ۱۵۳ کے تحت دی گئی تھی۔ دیکھیے: سپریم کورٹ کا تفصیلی فیصلہ، ریاست بذریعہ پروسیکیوٹر جنرل پنجاب بنام مبارک احمد ثانی، مورخہ ۱۰ اکتوبر ۲۰۲۴ء،
https://www.supremecourt.gov.pk/downloads_judgements/crl.m.a._1113_2024.pdf.

[۳] مشاورتی اجلاس میں ایڈووکیٹ سپریم کورٹ عمران شفیق صاحب نے مبارک ثانی کیس میں سپریم کورٹ کی فیصلے کا خلاصہ پیش کیا اور ان مسائل کی نشاندہی کی جن کی وجہ سے ایک کشیدہ صورتحال پیدا ہوئی۔ عمران شفیق مبارک ثانی کیس میں نظرثانی کے مرحلے میں ملی یکجہتی کونسل پاکستان کی جانب سے سپریم کورٹ کے سامنے پیش ہوئے۔

[۴] ملاحظہ ہو سپریم کورٹ کا فیصلہ، مبارک احمد ثانی بنام ریاست، مورخہ ۶ فروری ۲۰۲۴ء،
https://www.supremecourt.gov.pk/downloads_judgements/cr.p_1054_l_2023.pdf.

[۵] ملاحظہ ہو سپریم کورٹ کا نظرثانی فیصلہ، ریاست بذریعہ پروسیکیوٹر جنرل پنجاب بنام مبارک احمد ثانی، مورخہ ۲۴ جولائی ۲۰۲۴ء،
https://www.supremecourt.gov.pk/downloads_judgements/crl.r.p._2_%202024_2472024.pdf.

[۶] ملاحظہ ہو سپریم کورٹ آف پاکستان، پریس ریلیز مورخہ ۲۲ فروری ۲۰۲۴ء،
https://www.supremecourt.gov.pk/downloads_judgements/press_release/Press_Release_22022024_r.pdf.

[۷] اپیل فیصلے کو پنجاب حکومت سمیت، محمد طیب قریشی ایڈووکیٹ، محمد حسن معاویہ سیکرٹری جنرل ختمِ نبوت فورم پاکستان، جمعیت علمائے اسلام پاکستان، تحریک تحفظِ ناموسِ رسالت پاکستان، سید منور حسین، پاکستان مرکزی مسلم لیگ اور سید غلام شمس الدین گیلانی نے سپریم کورٹ میں اپنی اپنی نظرثانی درخواست کے ذریعے چیلنج کیا۔

۳۔ اس تشریح نے عملًا امتناعِ قادیانیت کے قانون اور قرآنِ مجید کی درست اشاعت کے قانون کو غیر موثر کر دیا۔

۴۔ قرآن کے ان حوالہ جات کا ذکر کرنے کے بعد پیرا گراف ۱۰ میں ریاست کو یہ تنبیہ کی گئی کہ ''اگر ریاست کے حکام قرآن شریف پر عمل اور آئین پر غور کرتے اور قانون کا جائزہ لیتے تو مذکورہ بالا جرائم کے متعلق ایف آئی آر نہ درج کروائی جاسکتی''۔ سپریم کورٹ ضمانت کے اس کیس میں اس طرح کے ریمارکس جاری کرنے کی مجاز ہی نہ تھی۔

۵۔ علاوہ ازیں تعزیراتِ پاکستان دفعہ ۲۹۵-بی کے اطلاق کا فیصلہ شہادت کے بعد مجاز عدالت نے کرنا تھا۔ حقائق و شواہد کا جائزہ لیے بغیر اس کا حذف کرنا بلا جواز ہے۔ اسی طرح دفعہ ۲۹۵-سی کا اطلاق اس کیس میں بالکل واضح تھا لیکن سپریم کورٹ نے اسے بھی حذف کر دیا حالانکہ ملزم نے خود بھی ان دفعات کو حذف کرنے کی درخواست نہیں کی تھی اور ماتحت عدالت میں ٹرائل شروع ہو چکا تھا۔

۶۔ مزید برآں عدالتی فیصلے میں آئین کے آرٹیکل ۲۰ اور ۲۲ کی آئینی دفعات[۸] کو اس طور پر درج کیا گیا کہ قانون، امن عامہ اور اخلاق کی آئینی شرائط غیر موثر ہو گئیں۔

ان اعتراضات کے پیشِ نظر، سپریم کورٹ نے مورخہ ۲۶ فروری ۲۰۲۴ء سے نظرثانی درخواستوں پر سماعت شروع کی اور چند مشہور دینی اداروں کو اپیل فیصلے کے حوالے سے شرعی معاونت اور راہنمائی کے لیے نوٹس جاری کیے[۹]۔ اس کے علاوہ درخواست گزاروں کو کہا گیا کہ وہ معترضہ فیصلے کے لیے تحریری دلائل ۱۱ اپریل ۲۰۲۴ء تک عدالت میں جمع کرا دیں[۱۰]۔

سپریم کورٹ نے اپنے نظرثانی فیصلے مورخہ ۲۴ جولائی ۲۰۲۴ء میں اپنے سابقہ فیصلے مورخہ ۶ فروری ۲۰۲۴ء میں ملزم کی ضمانت کا فیصلہ برقرار رکھتے ہوئے اپیل کے فیصلے کی وضاحت کی کہ تحریف شدہ قرآنِ مجید یا ترجمہ قرآنِ مجید کی اشاعت و تقسیم ایک جرم ہے۔ فیصلے میں امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کو واجب الاتباع قانون قرار دیا گیا۔ مذہبی آزادی کے حوالے سے آئین کے طے کردہ حدود و قیود کو بالصراحت فیصلے کا جزو بنایا گیا۔ ظہیر الدین بنام ریاست[۱۱] اور مجیب الرحمٰن بنام وفاقی حکومت پاکستان[۱۲] کو بطورِ واجب الاتباع قانونی نظائر تسلیم کیا گیا۔[۱۳]

نظرثانی فیصلے نے پہلے فیصلہ میں کچھ بہتری ضرور پیدا کی تاہم کچھ تحفظات اب بھی باقی رہے: مثلاً ضمانت کے معاملہ پر تسلی بخش جواز اور وجوہات بیان کرنے کے بجائے مکمل سکوت اختیار کیا گیا۔ فردِ جرم کو حذف کرنے کے فیصلہ کو بھی برقرار رکھا گیا بلکہ اس کے لئے مزید جواز فراہم کرنے کی کوشش کی گئی جو ایک نئے تنازعہ کی بنیاد بنی۔ آیات کے بے موقع و بے محل استعمال کرنے کے حوالے سے فیصلہ میں اصرار کیا گیا کہ علماء کو اس ضمن میں غلط فہمی ہوئی ہے۔[۱۴]

نظرثانی فیصلے کے بارے میں یہ اعتراض کیا گیا کہ ضمانت کے ایک سادہ کیس میں قادیانیوں کے مذہبی حقوق کی بحث غیر متعلقہ طور پر چھیڑی گئی۔[۱۵] پیرا گراف

---

[۸] آئین کے آرٹیکل ۲۰ اور ۲۲ کی آئینی دفعات مذہبی آزادی سے متعلق ہیں۔ آرٹیکل ۲۰ اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ ہر شہری کو قانون، امن عامہ اور اخلاق کے تابع اپنے مذہب کو ماننے، اس پر عملدرآمد اور تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہے اور ہر مذہبی گروہ یا طبقے کو اپنے مذہب کے لیے تعلیمی ادارے قائم کرنے، برقرار اور ان کا انتظام کرنے کا مجاز ہے جب کہ آرٹیکل ۲۲ ہر مذہبی فرقے یا گروہ کو اپنے طلباء کو مذہبی تعلیم دینے کی اجازت دیتا ہے۔

[۹] پیرا گراف ۱۱، نظرثانی فیصلہ مبارک ثانی کیس، ان اداروں میں اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، جامعہ دارالعلوم کراچی، جامعہ امدادیہ فیصل آباد، جامعہ نعیمیہ کراچی، جامعہ محمدیہ غوثیہ کراچی، جامعہ سلفیہ فیصل آباد، جامع المنتظر لاہور، جامعہ العروۃ الوثقیٰ لاہور، قرآن اکیڈمی لاہور اور المورد لاہور شامل ہیں۔

[۱۰] پیرا گراف ۱۲، نظرثانی فیصلہ مبارک ثانی کیس، اس کے نتیجے میں محمد وقاص خان رکن جماعتِ اسلامی پاکستان، ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، ڈاکٹر محمد جلالی سربراہ تحریک لبیک پاکستان، مفتی محمد نوید عباسی مہتمم مرکز علوم القرآن کلفٹن کراچی، ڈاکٹر سید نواز الہدی، اور دیوان احمد مسرور چشتی صدر جمعیت مشائخ پاکستان نے اپنے تحریری موقف سپریم کورٹ میں جمع کروائے۔

[۱۱] ظہیر الدین بنام ریاست، ۱۹۹۳ ایس سی ایم آر ۱۶۲۸۔

[۱۲] مجیب الرحمان بنام وفاقی حکومت پاکستان، پی ایل ڈی ۱۹۸۵ ایف ایس سی ۸۔

[۱۳] پیرا گراف ۴۸، نظرثانی فیصلہ مبارک ثانی کیس۔

[۱۴] پیرا گراف ۲۵، نظرثانی فیصلہ مبارک ثانی کیس۔

[۱۵] ملاحظہ ہو آئی پی ایس ٹی وی پر جناب عمران شفیق ایڈووکیٹ سپریم کورٹ کی گفتگو، https://www.youtube.com/watch?v=Fqx46OVbtvQ&t=963s

۲۵ تا ۳۵ میں اس کے لئے بنیادی گراؤنڈ ورک کیا گیا۔ یہ باور کروانے کی کوشش کی گئی کہ قادیانیوں کے مذہبی حقوق کا تقاضا تو خود علماء نے کیا[16]۔ اور پھر ان مذہبی حقوق کو قادیانیوں کے حقِ تبلیغ سے لازم کر دیا گیا۔ پیراگراف ۴۲ میں اس سوال کا جواب فیصلے کی صورت میں دیا گیا کہ ''قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے بعد ان کو آئینی و قانونی تحفظ کیسے دیا جائے'' جو قادیانیوں کو مشروط حقِ تبلیغ کی اجازت پر منتج ہوا۔ پیراگراف ۷ میں یہ قرار دیا گیا کہ چونکہ زیرِ بحث مقدمہ میں ادارہ احمدیوں کا تھا اس لئے اس پر دفعہ ۲۹۸-سی تعزیراتِ پاکستان کا اطلاق نہیں ہوتا۔ پیراگراف ۴۰ میں سابقہ عدالتی فیصلوں کی غلط تطبیق کی گئی۔[17]

نظر ثانی فیصلے کے بعد سپریم کورٹ کو شدید سیاسی اور عوامی دباؤ کا سامنا کرنا پڑا۔ سپریم کورٹ نے نظر ثانی کے اپنے فیصلے کی وضاحت کے لیے پریس ریلیز جاری کی، اور اس تنقید اور احتجاج کو ''بے بنیاد الزام تراشی''، ''غیر مناسب''، ''پروپیگنڈا''، ''ہنگامہ آرائی''، اور ''فساد فی الارض'' قرار دیا[18]۔ تاہم تقریباً تمام مکاتبِ فکر کے علماء اور اسلامی نظریاتی کونسل نے سپریم کورٹ کے نظر ثانی فیصلے کو غیر شرعی فیصلہ قرار دیا اور سپریم کورٹ سے استدعا کی کہ متنازعہ پیراگراف کو نظر ثانی فیصلے سے حذف کیا جائے[19]۔ اس کے علاوہ یہ معاملہ قومی اسمبلی میں بھی زیرِ بحث آیا[20]، جس نے یہ معاملہ قائمہ کمیٹی برائے قانون و انصاف کو بھیجا کہ وہ اس پر اپنی رپورٹ پیش کرے[21]۔ کمیٹی نے قومی اسمبلی میں اپنی رپورٹ جمع کرواتے ہوئے متفقہ طور پر یہ سفارش پیش کی کہ قومی اسمبلی ایک قرارداد پاس کرے کہ جس میں وفاقی حکومت کو اس بات کا پابند بنائے کہ وہ سپریم کورٹ کے نظر ثانی فیصلے میں غلطی کی اصلاح کے لیے مناسب درخواست سپریم کورٹ میں جمع کروائے تاکہ کاروائی شروع ہو سکے۔[22]

چنانچہ وزیر اعظم پاکستان شہباز شریف کی ہدایت پر وفاقی حکومت نے بھی سپریم کورٹ میں ایک متفرق درخواست دائر کی[23] جس کو منظور کرتے ہوئے مورخہ ۲۲ اگست ۲۰۲۴ء کو سپریم کورٹ نے ایک غیر معمولی اقدام کرتے ہوئے اپنے نظر ثانی فیصلے کے حوالہ سے ایک بار پھر سماعت کی۔ حکومت کی طرف سے اٹارنی جنرل آف پاکستان منصور عثمان اعوان پیش ہوئے اور حکومتی موقف پیش کیا کہ اس معاملے میں علماء کے تحفظات دور کیے جائیں۔ اس موقع پر مولانا فضل الرحمان، مولانا طیب قریشی، مفتی شیر احمد، ملی یکجہتی کونسل کے راہنما صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، اور جماعت اسلامی کی طرف سے فرید احمد پراچہ عدالت میں موجود تھے، عدالت نے ان کے موقف کو سنا۔[24] ان کے علاوہ مفتی تقی عثمانی اور علامہ جواد علی نقوی کو ویڈیو لنک کے ذریعے سنا گیا۔ علماء نے معترضہ فیصلے کے پیراگرافوں بالخصوص ۷، ۴۲، اور ۴۹(ج) حذف کرنے کیلئے تفصیلی دلائل دیے اور سپریم کورٹ نے اپنے تفصیلی فیصلے میں لکھا کہ ''بعض اہلِ علم نے چند

---

[16] پیراگراف 27 تا 31، نظر ثانی فیصلہ مبارک ثانی کیس۔

[17] مشاورتی اجلاس میں یہ موقف ایڈووکیٹ سپریم کورٹ ڈاکٹر یاسر امان اور ایڈووکیٹ سپریم کورٹ عمران شفیق نے پیش کیا اور تقریبا یہی نکات اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات میں بھی شامل ہیں جنہیں سپریم کورٹ میں پیش کیا گیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کی سفارشات، حوالہ اجلاس نمبر ۲۳۸، مورخہ ۱۸ اگست ۲۰۲۴ء۔

[18] سپریم کورٹ آف پاکستان، پریس ریلیز، مورخہ ۲۶ جولائی ۲۰۲۴ء
https://www.supremecourt.gov.pk/downloads_judgements/press_release/Press_Release_26072024.pdf

[19] اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، پریس ریلیز مورخہ ۱۸ اگست ۲۰۲۴ء،
https://www.facebook.com/photo/?fbid=907814761382026&set=a.255652433264932
نیز ملاحظہ ہو، ڈان، مورخہ ۱۹ اگست ۲۰۲۴ء، https://www.dawn.com/news/1851021

[20] انصار عباسی، قومی اسمبلی، علمائے کرام اور سپریم کورٹ کا متنازعہ فیصلہ، روزنامہ جنگ، مورخہ ۱۵ اگست ۲۰۲۴ء، https://jang.com.pk/news/1377065

[21] پاکستان قومی اسمبلی، قومی اسمبلی بحث مورخہ ۳۰ جولائی ۲۰۲۴ء، https://www.na.gov.pk/uploads/documents/66b4ad42ded31_591.pdf

[22] نیشنل اسمبلی سیکریٹ، سرکار بنام مبارک ثانی کیس میں سپریم کورٹ کے ۲۴ جولائی ۲۰۲۴ء کے فیصلے کے حوالے سے قائمہ کمیٹی برائے قانون و انصاف کی قومی اسمبلی کے پوائنٹ آف آرڈر پر رپورٹ، مورخہ ۱۵ اگست ۲۰۲۴ء، https://www.na.gov.pk/uploads/documents/66c219237d979_328.pdf

[23] پی ٹی وی پاکستان، مورخہ ۲۱ اگست ۲۰۲۴ء، https://ptv.com.pk/ptvWorld/engNewsDetail/62548

[24] ان کے علاوہ مفتی منیب الرحمان، حافظ نعیم الرحمان، پروفیسر ساجد میر اور مولانا محمد اعجاز مصطفی کو بھی عدالت میں بلایا گیا تھا لیکن وہ بوجوہ شرکت نہیں کر سکے۔ ان کی نمائندگی بالترتیب مفتی سید حبیب الحق شاہ، جناب ڈاکٹر فرید پراچہ، جناب حافظ احسان احمد، ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، اور مفتی عبدالرشید نے کی۔

دیگر پیرا گرافوں پر بھی اعتراض کیے مگر سب کی رائے یہی تھی کی صرف ان پیرا گرافوں کو حذف کرنے سے شاید مزید ابہام پیدا ہو۔ انہوں نے اس موضوع پر اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پیشِ نظر رکھنے پر بھی زور دیا"(جنہیں عدالت میں پہلے ہی پیش کیا گیا تھا)۔[۲۵]

اسی دن ایک تفصیلی سماعت کے بعد عدالت نے ایک مختصر فیصلہ سناتے ہوئے اپنے نظر ثانی کے فیصلے میں تصحیح کی جس کے مطابق یہ فیصلہ قرار دیا گیا کہ "عدالت اپنے حکم نامے مورخہ ۶ فروری ۲۰۲۴ء اور فیصلے مورخہ ۲۴ جولائی ۲۰۲۴ میں تصحیح کرتے ہوئے معترضہ پیرا گرافس حذف کرتی ہے اوران حذف شدہ پیرا گرافس کو نظیر کے طور پر پیش/استعمال نہیں کیا جا سکے گا"۔ ٹرائل کورٹ ان پیرا گرافس سے متاثر ہوئے بغیر مذکورہ مقدمے کا فیصلہ قانون کے مطابق کرے گی[۲۶]۔ اس فیصلے کو اسلامی نظریاتی کونسل سمیت تمام مذہبی جماعتوں نے سراہا اور اطمینان کا اظہار کیا گیا۔[۲۷]

سپریم کورٹ کا تفصیلی فیصلہ مورخہ ۱۰ اکتوبر ۲۰۲۴ء

سپریم کورٹ نے مورخہ ۱۰ اکتوبر ۲۰۲۴ء کو مبارک ثانی کیس میں ۱۰ صفحات پر مشتمل اپنا تفصیلی فیصلہ صادر کیا۔ اور اس میں یہ وضاحت کی کہ "اس عدالت کے پاس" دوسری نظر ثانی" کا اختیار نہیں ہے، اس لیے یہ تصور نہ کیا جائے کہ اب جو فیصلہ جاری کیا جا رہا ہے یہ دوسری نظر ثانی ہے" اور مزید یہ کہ "یہ فیصلہ تصحیح کے لیے دی گئی درخواست پر دیا جا رہا ہے اور اب غلطیوں کی تصحیح کے بعد اسی کو عدالت کا فیصلہ تصور کیا جائے گا، اور اس کے بعد حکم نامہ مورخہ ۶ فروری ۲۰۲۴ء اور نظر ثانی فیصلے مورخہ ۲۴ جولائی ۲۰۲۴ء کی کوئی قانونی حیثیت نہیں رہتی اور اسے واپس لیا جاتا ہے۔"[۲۸]

سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں یہ بھی بتایا کہ کیس کی سماعت کے دوران "فاضل حافظ احسان احمد، ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، جو پروفیسر ساجد میر کی نمائندگی کر رہے تھے، نے یہ رائے پیش کی کہ اس فیصلے کو دوبارہ تحریر کیا جائے اور ان کی رائے سے تمام علمائے کرام نے اتفاق کیا۔ ان کی اس متفقہ رائے کو مدنظر رکھتے ہوئے اب یہ فیصلہ کیا جا رہا ہے"[۲۹]۔ اور فیصلے کی تفصیلی وجوہات ذکر کرتے ہوئے عدالت نے اس بات کو تسلیم کیا کہ "جب یہ مقدمہ پہلے سنا گیا تھا، تو ہمیں 'تفسیر صغیر' یا اس کے مصنف کے بارے میں علم نہیں تھا۔ اس لیے فیصلے میں نمایاں غلطی ہوئی- اب ہم نے دونوں کے متعلق کچھ بنیادی معلومات حاصل کی ہیں"۔[۳۰]

سپریم کورٹ نے اپنے اس فیصلے میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف کا جائزہ لیتے ہوئے یہ قرار دیا کہ ختم نبوت، اسلام کا ایک بنیادی اصول ہے جو کہ قرآن و سنت، اور اجماع کے ساتھ ساتھ آئین و قانون پاکستان کی رو سے بھی ایک طے شدہ امر ہے۔ اور قرار دیا ہے کہ "آئین اور قانون کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ کسی اور مذہب کی توہین کرے یا اس کے مقدس شخصیات کے متعلق غلط بیانی کرے۔ 'تفسیرِ صغیر' میں اور مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں بھی مسیحیت اور اسلام دونوں ہی کے متعلق اس اصول کی خلاف ورزی کی ہے۔"[۳۱]

عدالت نے وفاق اور حکومتِ پنجاب کی جانب سے دائر کی گئی تصحیح کی درخواست، جس کی تائید علمائے کرام نے بھی کی، منظور کرتے ہوئے قرار دیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت پر ایمان اس امر سے مشروط ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "خاتم النبیین"، بمعنی "آخر النبیین" مانا جائے۔ عدالت نے سابقہ

---

[۲۵] سپریم کورٹ کا تفصیلی فیصلہ مورخہ ۱۰ اکتوبر ۲۰۲۴ء، پیرا گراف ۴؛ روزنامہ جنگ، مورخہ ۲۲ اگست ۲۰۲۴ء، مبارک ثانی کیس: سپریم کورٹ کا تحریری حکم نامہ جاری،
https://jang.com.pk/news/1382895

[۲۶] سپریم کورٹ آف پاکستان کا مختصر فیصلہ ریاست بنام مبارک احمد ثانی، مورخہ ۲۲ اگست ۲۰۲۴ء پیرا گراف نمبر ۴۔
https://www.supremecourt.gov.pk/downloads_judgements/crl.m.a._1113_2024_220824.pdf

[۲۷] اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، پریس ریلیز، مورخہ ۲۲ اگست ۲۰۲۴ء،
https://cii.gov.pk/pressreleases/Press%20Release%2022_8_24.pdf

[۲۸] سپریم کورٹ کا تفصیلی فیصلہ مورخہ ۱۰ اکتوبر ۲۰۲ء، پیرا گراف ا۔

[۲۹] سپریم کورٹ کا تفصیلی فیصلہ مورخہ ۱۰ اکتوبر ۲۰۲۴ء، پیرا گراف ۴۔

[۳۰] ایضاً، پیرا گراف ۶۔

[۳۱] ایضاً، پیرا گراف ۱۵۔

عدالتی نظائر یعنی مجیب الرحمان بنام حکومت پاکستان اور ظہیر الدین بنام ریاست کے بارے میں قرار دیا کہ انہیں نظیروں کی حیثیت حاصل ہے اور امتناعِ قادیانیت آرڈی نینس، اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ایک مسلمہ اور نافذ العمل قانون ہے۔ نتیجتاً یہ قرار دیا کہ ''غلطیوں کی تصحیح کے بعد موجودہ فیصلے نے حکم نامہ مورخہ ۶ فروری ۲۰۲۴ء اور حکم نامہ مورخہ ۲۴ جولائی ۲۰۲۴ء کی جگہ لے لی ہے اور اب یہ اس مقدمے کا حتمی اور قطعی فیصلہ ہے؛ البتہ حکم نامہ مورخہ ۶ فروری ۲۰۲۴ء صرف ضمانت کی حد موثر رہے گا اور ملزم کے خلاف جن دفعات کے تحت مقدمہ دائر کیا گیا تھا، ٹرائل کورٹ ہمارے ۶ فروری ۲۰۲۴ء یا ۲۴ جولائی ۲۰۲۴ء کے فیصلوں سے (جواب کالعدم ہیں) کسی طرح متاثر ہوئے بغیر مقدمے کی کاروائی جاری رکھے اور تمام حالاتِ مقدمہ کو سامنے رکھتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کرے کہ ملزم پر ان دفعات کے تحت جرم بنتا ہے یا نہیں''۔[۳۲]

در حقیقت اس کیس کے کئی ممکنہ پہلو ہو سکتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ ایک ملزم کی ضمانت سے متعلق کیس تھا۔ دوئم، یہ اقلیتوں، خاص طور پر قادیانیوں، کی مذہبی آزادی کی تشریح سے متعلق تھا۔ سوئم، یہ اکثریت یعنی مسلمانوں کے جذبات اور احساسات سے متعلق تھا۔ چہارم، یہ سپریم کورٹ کے دائرہ اختیار سے متعلق تھا کہ کیا وہ اس کیس کو نظر ثانی فیصلے کے بعد سن سکتی ہے یا نہیں؟ جہاں تک ملزم کا تعلق ہے، اس نے ضمانت حاصل کر لی ہے۔ جہاں تک اقلیتوں کی مذہبی آزادی کا پہلو ہے تو سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں یہ واضح کیا کہ مذہبی آزادی کا حق ''قانون، امن عامہ اور اخلاق کے تابع'' ہے۔ چونکہ علماء، اسلامی نظریاتی کونسل، حکومت اور اپوزیشن کا موقف سپریم کورٹ کی جانب سے تسلیم کیا گیا ہے، لہٰذا اکثریت اس فیصلے سے مطمئن ہو گی۔ سپریم کورٹ نے اپنے دائرہ اختیار کا تعین کیا ہے اور فریقین کی جانب سے اس کو چیلنج نہیں کیا گیا تاہم یہ پہلو مستقبل میں زیرِ بحث رہنے کا امکان ہے۔

اس کیس میں سپریم کورٹ کے اس طرزِ عمل کی تحسین کی گئی کہ سپریم کورٹ نے تکنیکی بنیاد پر عوامی مطالبہ کو نظر انداز کرنے کی بجائے نظر ثانی فیصلہ کے خلاف موقف کو بہت تسلی اور اطمینان سے سنا، حکومت اور علماء کو اپنا موقف پیش کرنے کی اجازت دی گئی، اس طرح سپریم کورٹ نے اپنی غلطی پر اصرار کے بجائے اصلاح اور تصحیح کی کوشش کی اور کشیدگی کو ختم کیا۔ حکومت نے اس مسئلہ کے حل کے لیے قومی اسمبلی کی کمیٹی تشکیل دی اور پھر باقاعدہ سپریم کورٹ میں ''تصحیح'' کی درخواست جمع کرائی۔ اس لحاظ سے یہ کیس مستقبل میں کئی حوالوں سے اہمیت کا حامل ہو گا۔ مثلاً قادیانیوں کی مذہبی آزادی سے متعلق عدالتی نظائر کیا ہیں؟ پاکستان کے تاریخی پسِ منظر میں اس مسئلہ کو کیسے دیکھا گیا ہے؟ نیز اس مسئلہ کے حوالہ سے اسلامی نقطۂ نظر کیا ہے؟

قادیانیوں کی مذہبی آزادی سے متعلق عدالتی نظائر

اس فیصلے کے جائزہ کے تناظر میں اہم سوال یہ ہے کہ قادیانیوں کی مذہبی آزادی کے حوالے سے سابقہ عدالتی فیصلوں میں کیا موقف اختیار کیا گیا ہے؟ اور مبارک ثانی کیس میں انہیں کیسے سمجھا گیا ہے؟ قادیانیوں کی مذہبی آزادی کے متعلق جن عدالتی نظائر پر انحصار کیا جاتا ہے ان میں مجیب الرحمان بنام وفاقی حکومت، ظہیر الدین بنام ریاست اور طاہر نقاش بنام ریاست[۳۳] شامل ہیں۔ مجیب الرحمان کیس میں وفاقی شرعی عدالت نے نہ صرف امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کو اسلام کے عین مطابق قرار دیا بلکہ قادیانیوں کو شریعت کے مطابق غیر مسلم بھی قرار دیا تھا۔ ان کا خود کو مسلمان ظاہر کرنے یا اسلامی اطوار اپنانے کے عمل کو دھوکہ دہی سے تعبیر کیا گیا۔ مبارک ثانی کے نظر ثانی فیصلے میں ابتدائی عدالتی موقف یہ تھا کہ آئینی و قانونی دفعات اور مذکورہ عدالتی نظائر کی روشنی میں قادیانیوں کو بطور غیر مسلم اپنے مذہب پر عقائد رکھنے اور عمل پیرا ہونے کی اجازت ہے۔ اور یہ کہ کوئی قانون ان کو نجی سطح پہ اپنے مذہبی رسومات اور مذہب پہ عمل کرنے سے نہیں روکتا۔[۳۴]

اگرچہ عوامی اور نجی سطح کی تعریف کسی پاکستانی قانون میں موجود نہیں ہے تاہم سابقہ عدالتی فیصلوں سے بظاہر لگتا ہے کہ عدالت عوامی اور نجی سطح کو اس مسئلے میں مسلمان بمقابلہ قادیانی دیکھتی ہے۔ یعنی جو مخصوص علاقہ قادیانیوں کا ہو گا وہ ان کی نجی جگہ سمجھی جائے گی بشرطیکہ وہاں ان کے علاوہ کسی دوسری کمیونٹی کا

[۳۲] ایضاً، پیرا گراف ۳۰۔

[۳۳] طاہر نقاش بنام ریاست، پی ایل ڈی ۲۰۲۲ سپریم کورٹ ۳۸۵۔

[۳۴] ملاحظہ ہو پیرا گراف ۲۵، نظر ثانی فیصلہ مبارک ثانی کیس۔ تاہم اسلامی نظریاتی کونسل کا موقف یہ ہے کہ آئین و قانون اور شریعت کی روشنی میں قادیانیوں کو اپنے مذہب کی تبلیغ کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ بحوالہ اجلاس نمبر ۲۳۸ مورخہ ۱۸ اگست ۲۰۲۴ء۔

کوئی شخص موجود نہ ہو۔ لہٰذا اگر وہ اپنی کمیونٹی کے اندر رہ کر اپنے افعال کریں گے تو اسے نجی سمجھا جائے گا اور اگر کمیونٹی سے باہر کریں گے تو عوامی سطح پر تصور کیا جائے گا۔ اس موقف کے برعکس اسلامی نظریاتی کونسل کا موقف یہ ہے کہ سپریم کورٹ کا ان عدالتی نظائر سے استدلال صحیح نہیں ہے[۳۵] نیز یہ بات بھی محسوس کی گئی کہ مبارک ثانی مقدمہ کے فیصلہ پر جتنا ردعمل ہوا ہے طاہر نقاش کیس میں اس سے زیادہ حسّاسیت موجود تھی، تاہم مذہبی طبقے نے اسے خاطر خواہ اہمیت نہیں دی۔

پاکستان کے تاریخی پسِ منظر میں قادیانیوں کی مذہبی حیثیت کے حوالے سے علماء کا موقف اور درپیش چیلنج

اس سوال کے جواب میں کہ پاکستان بننے کے بعد قادیانیوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے؟ اسلامی ریاست میں ان کی کیا حیثیت اور حقوق ہوں گے؟ یہ بات سامنے آئی کہ پاکستان بننے سے پہلے دو موقف واضح تھے۔ ایک یہ کہ قادیانی زندیق[۳۶] یا مرتد ہیں اور انہیں اسلامی ریاست میں برداشت کرنا ہماری روایات اور تعلیمات کے خلاف ہے[۳۷]۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس حوالے سے اپنے رسالے ''الشہاب'' میں اس کی پوری ترجمانی کی ہے[۳۸]۔ لیکن دوسری طرف ایک موقف جس میں مفکرِ پاکستان ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ نمایاں ہیں یہ تھا کہ اس وقت کے حالات کے تناظر میں ایسا ہم نہیں کر سکیں گے، لیکن انہیں ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر بطور شہری قبول کیا جا سکتا ہے۔[۳۹] پاکستان بننے کے بعد تمام مکاتبِ فکر کے اکابر علماء نے مل بیٹھ کر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے اس موقف کو بطورِ مطالبہ قبول کیا کہ قادیانیوں کو کافر قرار دیا جائے۔ اور یہ فیصلہ ۱۹۷۴ء میں کر لیا گیا۔[۴۰]

تاہم ہمیں یہ حقیقت تسلیم کر لینی چاہیے کہ پاکستان عوام کی بڑی تعداد بالخصوص اس کی نئی نسل پر دونوں موقف کا فرق واضح نہیں ہے اور یہ معلوم نہیں کہ ایک موقف کی بجائے دوسرے موقف کو کیوں اپنایا گیا۔ اس کی معاشرتی وجوہات کیا ہیں؟ اور اس کی مذہبی بنیاد کیا ہے کہ علامہ شبیر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کے بجائے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو کیوں اپنایا گیا؟ اس کی ضرورت کیا تھی؟ یہ ہم اپنی نئی نسل کو سمجھا نہیں سکے۔ موقف تو ہمارا یہی رہا ہے کہ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے لیکن ہمارے بہت سارے مطالبات دوسرے دائرے یعنی ارتداد اور اس کی بنیاد پر واجب القتل قرار دینے کے متعلق ہوتے ہیں۔

فقہ اسلامی کی روشنی میں قادیانیوں کی مذہبی آزادی کا حکم

فقہ اسلامی کی رو سے قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے کے بارے میں فیصلہ تو متفقہ ہے[۴۱] تاہم فقہ اسلامی میں غیر مسلموں کی، مرتد، منافق، زندیق، اہل کتاب، مشرک وغیرہ کئی اقسام بتائی گئی ہیں۔ قادیانیوں کی حیثیت ان اقسام کو دیکھتے ہوئے کیا ہے؟ اس بارے میں ایک رائے یہ ہے کہ ان کی حیثیت مرتد کی ہے[42]۔ یہ موقف قادیانیوں کی پہلی نسل کے بارے میں تو شاید کسی حد تک

---

[۳۵] اسلامی نظریاتی کونسل، بحوالہ اجلاس نمبر ۲۳۸ مورخہ ۱۸ اگست ۲۰۲۴ء۔

[۳۶] زندیق کی اصطلاح سے عمومی مراد مرتد ہی ہے تاہم زندیق وہ شخص ہے جو زبان سے اسلام کا نام بھی لیتا رہے اور کلمہ بھی پڑھتا رہے مگر نامعقول تحریفات اور ناقابل قبول تاویلاتِ باطلہ سے قطعیات کا انکار بھی کرتا ہو۔ شبیر احمد عثمانی، الشہاب لرجم الخاطف المرتاب، قاسمی پریس دیوبند، ص ۹-۱۰، ۲۱-۲۲۔

[۳۷] یعنی وہ واجب القتل ہیں اگر وہ ارتداد سے توبہ نہ کریں۔

[۳۸] شبیر احمد عثمانی، الشہاب لرجم الخاطف المرتاب، قاسمی پریس دیوبند۔

[۳۹] ''میری رائے میں حکومت کے لیے بہترین طریقۂ کار یہ ہو گا کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے اور یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہو گا۔ اور مسلمان ان سے ویسی رواداری سے کام لے گا جیسے وہ باقی مذاہب کے معاملے میں اختیار کرتا ہے۔'' (سر محمد اقبال، حرفِ اقبال: اقبال کے خطبات، تقاریر اور بیانات کا مجموعہ، ص ۱۲۸-۲۹، المنار اکیڈمی، لاہور، ۱۹۴۵ء) https://iqbalcyberlibrary.net/en/Harf-e-Iqbal.html.؛ مزید دیکھیئے ڈاکٹر سر محمد اقبال، اسلام اینڈ احمد ازم، عالمی مجلس ختم نبوت، لندن۔

[۴۰] یعنی دوسری آئینی ترمیم، ۷ ستمبر ۱۹۷۴ کے ذریعے، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ کی دفعہ ۲۶۰ (۳-ب) شامل کرتے ہوئے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔

[۴۱] محمد تقی عثمانی، سمیع الحق، قادیانی فتنہ اور امتِ اسلامیہ کا موقف، ختمِ نبوت اکیڈمی لندن، جنوری ۲۰۰۵
https://dn790006.ca.archive.org/0/items/Maktaba-Mufti-Taqi-Usmani-Sahib/Qadiyani-Fitna-Aur-Millat-i-Islamia-Ka-Muaqqif-Urdu.pdf

[۴۲] شبیر احمد عثمانی، الشہاب لرجم الخاطف المرتاب، قاسمی پریس دیوبند، ص ۱۰،
https://archive.org/details/Maktaba-Maulana-Shabbir-Ahmad-Usmani-ra/Al-Shahab-li-Rajam-al-Khatif-al-Murtab/.

قابل غور ہو، مگر بعد کی نسلوں کے بارے میں فقہی طور پر اس موقف پر ایک سوال یہ وارد ہو سکتا ہے کہ بعد کی نسلیں تو انہی کفریہ عقیدوں کے ساتھ پیدا اور پلی بڑھی ہیں، وہ کس وقت کیسے مسلمان رہی تھیں کہ انھیں اسلام ترک کر دینے والے قرار دیئے جائیں۔ نیز قیام پاکستان سے قبل عملاً بھی علماء نے اسی بنا ءپر علامہ محمد اقبال مرحوم کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا کہ انہیں ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر بطور شہری قبول کیا جاسکتا ہے۔[43]

ایک پہلو یہ ہے کہ کیا قادیانیت فی نفسہ توہین رسالت کی ایک شکل ہے؟ کیونکہ اس بحث میں ایک قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ خود مرزا اور اس کی پیروی کرنے والوں کی تحریروں میں وہ اجزا شامل ہیں جن میں نبی اکرم ﷺ، دیگر انبیاء بالخصوص سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں نہایت توہین آمیز انداز اختیار کیا گیا ہے۔[44] اس ضمن میں یہ بحث بھی متعلق ہو جاتی ہے کیا کسی دین اور عقیدے کی بنیاد محض دوسرے ادیان کی توہین پر ہی قائم ہو سکتی ہے؟ کیا ایسے دین کے پیروکاروں کو تمام حقوق کے ساتھ اسلامی ریاست میں رہنے کی اجازت دینا ضروری بھی ہے؟ اگر عقیدہ ایسا ہے کہ جو توہین پر مبنی ہو لیکن کسی فرقہ یا جماعت کے دینی معتقدات کا حصہ ہو تو کیا اسے برداشت کر لیا جائے۔ مثلاً مسیحیت کے عقیدے کے مطابق سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالی کی اولاد ہیں، جب کہ اسلامی عقیدے کی رو سے یہ توہینِ خدا کی ایک شکل ہے۔ لیکن اسلامی ریاست میں مسیحیوں کو اس عقیدے کے ساتھ رہنے کی اجازت حاصل ہے کہ یہ عقیدہ ان کے دین اور دینی معتقدات کا حصہ ہے۔ اب مرزا کو نبی ماننا اگرچہ بعض مسلمانوں کے نزدیک توہین رسالت کی ایک شکل ہو سکتی ہے مگر قادیانوں کے دینی معتقدات کا حصہ ہے۔ تو کیا فقہ اسلامی کے اس اُصول کا اطلاق کرتے ہوئے قادیانیوں کو اس عقیدے اور اس کی تعلیم و تعلم کی اجازت کے ساتھ رہنے کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

بعض اہل علم کی نظر میں قادیانیوں کی حیثیت کفار کی اقسام میں زنادقہ[45] کی ہے[46] کیوں کہ قادیانیت مسلمانوں کی شناخت پر حملہ ہے۔ مسلمانوں کی اس شناخت کے تحفظ کے لیے جب قادیانیوں کو اسلامی اصطلحات کے استعمال سے روکا گیا تو قادیانی اب اس فیصلے کو تسلیم کرنے کے لیے آمادہ نہیں۔ گویا قادیانیت صرف کفر نہیں، بلکہ کفر کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی شناخت پر حملہ، اور اسلامی ریاست کے ایک فیصلے سے بغاوت بھی ہے۔ لہٰذا جب تک وہ ریاستِ پاکستان کا فیصلہ تسلیم نہیں کرتے تب تک عام کفار کی طرح اپنے لیے بنیادی حقوق کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں؟

پاکستان کی موجودہ دستوری و قانونی پوزیشن کو دیکھا جائے تو دستور کی رو سے قادیانی دیگر غیر مسلموں کی طرح ہیں اور ان کی حیثیت بھی غیر مسلموں ہی کی ہے[47]۔ قانون کی رو سے انھیں مسلمانوں کی اصطلاحات کے استعمال سے منع کیا گیا ہے[48]۔ موجودہ دستوری و قانونی نظام میں انھیں زنادقہ یا کسی خاص حیثیت کی حامل جماعت قرار نہیں دیا گیا ہے۔ انھیں اگر غیر مسلموں میں بھی ایک خاص حیثیت کی حامل جماعت قرار دینا ہے تو اس مقصد کے لیے مزید قانون سازی کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں عوامی دباو ڈال کر عدالت کے ذریعہ تعبیر و تشریح

---

[43] ''میری رائے میں حکومت کے لیے بہترین طریقہ کار یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے اور یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہوگا۔ اور مسلمان ان سے ویسی رواداری سے کام لے گا جیسے وہ باقی مذاہب کے معاملے میں اختیار کرتا ہے۔'' (سر محمد اقبال، حرفِ اقبال: اقبال کے خطبات، تقاریر اور بیانات کا مجموعہ، ص ۱۲۸-۲۹، المنار اکیڈمی، لاہور، ۱۹۴۵ء)
https://iqbalcyberlibrary.net/en/Harf-e-Iqbal.html.

[44] دیکھیے: محمد تقی عثمانی، سمیع الحق، قادیانی فتنہ اور امتِ اسلامیہ کا موقف، ختمِ نبوت اکیڈمی لندن، جنوری ۲۰۰۵ء۔

[45] لفظ زنادقہ، زندیق کی جمع ہے، جس کا مفہوم اوپر بیان کیا گیا ہے۔

[46] شبیر احمد عثمانی، الشہاب لرجم الخاطف المرتاب، قاسمی پریس دیوبند۔ ص ۱۰۔

[47] ملاحظہ ہو، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ کی دفعہ ۲۶۰ (۳-ب): ''غیر مسلم سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو اور اس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقے سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا (جو خود کو 'احمدی' یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کوئی شخص یا کوئی بہائی، اور جدولی ذاتوں میں سے کسی سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے''۔ مطبوعہ قومی اسمبلی پاکستان، جولائی ۲۰۱۸ء۔

[48] ملاحظہ ہو تعزیراتِ پاکستان ۱۸۶۰ کی دفعہ ۲۹۸-ج: ''کسی بھی شخص کو قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ سے (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی اور نام سے پکارتے ہیں) جو براہ راست یا بالواسطہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے، یا اپنے ایمان کو اسلام کہتا ہے، یا اپنے ایمان کی تبلیغ کرتا ہے، یا دوسروں کو اپنے ایمان کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے، چاہے وہ الفاظ ہوں، بولے گئے یا تحریری، یا بصری نمائندگیوں کے ذریعے، یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی توہین کرتا ہے، اسے تین سال تک قید کی سزا دی جائے گی اور اسے جرمانے کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔''

کی صورت میں قادیانیوں کو ایک خاص حیثیت کی حامل جماعت قرار دلوانے پر اِصرار کرنے کی بجائے پارلیمنٹ میں اس پہلو پر قانون سازی کروانے پر توجہ دی جائے تو یہ راستہ زیادہ مؤثر اور دیرپا ہوگا۔

چند تحفظات اور خدشات

مبارک ثانی کیس کے بارے میں ایک تاثر یہ ہو سکتا ہے کہ یہ کیس دلیل سے نہیں بلکہ پریشر سے جیتا گیا ہے جس کے اثرات اور مضمرات مستقبل میں واضح ہوں گے۔ اس مقدمے کے متعلق تکنیکی اعتراض بھی کیا جا سکتا ہے کہ آئینی طور پر سپریم کورٹ کو کسی بھی مقدمے میں ایک بار نظر ثانی کے بعد دوبارہ نظر ثانی کرنے کا اختیار نہیں۔ اس بنیاد پر اس مقدمے میں دوبارہ نظرِ ثانی کے حوالے سے سپریم کورٹ کے اختیارِ سماعت کو چیلنج کیا جا سکتا ہے۔

مبارک ثانی کیس میں نظر ثانی فیصلے کے ڈھانچے کی بنیاد پچھلے عدالتی فیصلوں پر رکھی گئی، لیکن ان فیصلوں کی عبارت کو سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کیا گیا ہے۔ ماضی قریب میں علماء کی جانب سے طاہر نقاش کیس پر کم توجہ دی گئی۔ قادیانیوں اور ان کے حامی حلقوں کی ایک حکمت عملی یہ لگتی ہے کہ اصل قانون میں تبدیلی نہ ہو سکے تو رفتہ رفتہ مختلف مقدمات میں عدالتی ریلیف حاصل ہونے پر، وہی فیصلے آئندہ مقدمات کے لیے نظیر بن سکتے ہیں۔ نظر ثانی کے موجودہ فیصلہ سے قبل یہ خدشہ تھا کہ قادیانی ان فیصلوں میں دی گئی نجی پروگراموں کی اجازت کی آڑ لے کر اعلانیہ سرگرمیاں شروع کر دیتے کیونکہ جب ایک بار نجی پروگراموں کے حوالے سے ان کو گنجائش مل جاتی تو یہ امر ہمیشہ متنازعہ رہتا کہ کون سی سرگرمی عوامی ہے اور کون سی نجی ہے۔

مسئلہ قادیانیت کے معاملے میں ہمارے چار ادوار رہے ہیں۔ پہلا دور عوامی یعنی علماء کے مناظروں کا تھا لیکن یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں کہ اس حساس معاملہ میں قادیانی مسلم امہ کو اپنی طرف مائل کرنے میں ناکام رہے۔ دوسرا دور عدالتوں کا تھا، جیسا کہ ۱۹۲۰ء میں افریقہ (ماریشس) کی عدالت میں[۴۹] اور ۱۹۳۵ء میں بہاولپور کی عدالت[۵۰] میں یہ بحث ہوتی رہی لیکن عدالتوں میں بھی علماء کا ہی موقف تسلیم کیا گیا اور قادیانیوں کا موقف تسلیم نہیں کیا گیا۔ تیسرے مرحلے میں یہ مسئلہ پارلیمنٹ میں گیا، وہاں بھی یہی ہوا۔ ان تینوں مراحل میں قادیانیوں کو ناکامی ہوئی۔ تاہم اس حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اگر ۱۹۷۴ء کے پارلیمان کے ذریعہ ہونے والے فیصلے کو قادیانیوں نے مان لیا ہوتا اور اپنے طرزِ عمل سے اس کی حقیقی پابندی کی ہوتی تو ۱۹۸۴ کے امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ اس کے برعکس قادیانیوں نے نہ صرف ۱۹۷۴ء کے پارلیمانی فیصلہ (دوسری آئینی ترمیم) کو تسلیم نہ کیا بلکہ پوری دنیا میں اس کے خلاف مورچہ زن ہو گئے۔ درحقیقت امتناعِ قادیانیت آرڈیننس ۱۹۸۴ کی ضرورت اسی لیے پیش آئی جب انھوں نے اس فیصلے کو نہیں مانا اور بین الاقوامی فورم سمیت پوری دنیا میں اس کے خلاف لابنگ، اور پروپیگنڈا کیا۔[۵۱]

۱۹۸۴ء کے بعد یہ ساری بحث عالمی تہذیبی کشمکش کے تناظر میں بین الاقوامی اداروں میں اور عالمی مباحث میں بھی زور پکڑتی گئی۔ یہ مغربی دنیا میں ہونے والے ان واقعات کی بناء پر ہے جو توہین قرآن یا توہین رسالت کے عنوان سے سامنے آتے رہے ہیں۔ پہلے بحث کے دائرے پبلک، عدالت، اور پارلیمنٹ تھے، اب یہ مسئلہ ان تینوں دائروں سے آگے نکل کر بین الاقوامی فوروں میں چلا گیا ہے[۵۲]۔ اس کے ساتھ ہی گورننس کی خرابیوں کی وجہ سے قانون کے غلط استعمال

[49] Mamode Issackjee & Others v. A.I. Atchia & Others. Judgment of Supreme Court Port Louis, Mauritius, in Rose Hill Mosque case, 1921 MR 16, 19 November, 1920, https://www.khatmenubuwwat.org/media/File/decisions/cdecision_8.pdf.

[۵۰] محمد اکبر خان، مقدمہ مرزائیہ بہاولپور، اسلامک فاونڈیشن (رجسٹرڈ) لاہور، ۱۹۸۸۔
https://kitabosunnat.com/kutub-library/haq-o-batil-ka-markatul-aaraa-muqaddamah-mirzaiah-bahawalpur-1.

[۵۱] مجیب الرحمان بنام وفاقی حکومت پاکستان، پی ایل ڈی ۱۹۸۵ ایف ایس سی ۸، مولانا اللہ وسایا بنام فیڈریشن آف پاکستان، پی ایل ڈی ۲۰۱۹، اسلام آباد ۶۲۔

[52] European Parliament, "Persecution of Ahmadiyya Muslims in Pakistan," July 12, 2018, https://www.europarl.europa.eu/doceo/document/E-8-2018-003883_EN.html; AFP, "UN Experts urge halt to violence against Ahmadis in Pakistan," July 26, 2024, *The News*, https://www.thenews.com.pk/print/1213533-un-experts-urge-halt-to-violence-against-ahmadis-in-pakistan; Office of the United Nations High Commissioner for Human Rights, "Pakistan must repeal discriminatory measures leading to persecution of Ahmadis, say UN experts," July 25, 2018, https://www.ohchr.org/en/press-releases/2018/07/pakistan-must-repeal-discriminatory-measures-leading-persecution-ahmadis-say; Amnesty International, "Pakistan: Authorities must end escalating attacks on minority Ahmadiyya community," June 21, 2024, https://www.amnesty.org/en/latest/news/2024/06/end-escalating-attacks-on-minority-ahmadiyya-community/; Zaki Rehman, "The Ahmadiyya in Pakistan: Religious Persecution, Human Rights and Islam," July

کی بناء پر جو واقعات سامنے آتے رہتے ہیں وہ بھی قانون کو متنازعہ بنانے میں حصہ ادا کرتے رہے ہیں۔ اب یہ مسئلہ یورپی یونین، جنیوا انسانی حقوق کے کمیشن سمیت کئی بین الاقوامی اداروں میں زیرِ بحث ہے۔اس حوالے سے درست بیانیہ کو دنیا تک پہنچانے کے لیے ریاست نے اپنی ذمہ داری پوری کی اور ہی نہ علمائے کرام اور قانون دان طبقے نے اپنا کردار ادا کیا۔

بین الاقوامی ادارے آج ایک حقیقت ہیں۔ وہاں جب کوئی مسئلہ زیرِ بحث لایا جاتا ہے، تو اس کے سیاسی، نظریاتی اور نفسیاتی اثرات ہوتے ہیں۔ ۱۹۸۴ء کے بعد امتناعِ قادیانیت آرڈیننس سمیت توہینِ رسالت کا قانون اور دیگر اسلامی قوانین بشمول دستورِ پاکستان کی اسلامی دفعات، قصاص و دیت اور حدود قوانین کے حوالے سے یہ بحث بین الاقوامی فورم پر منتقل ہو گئی تھی۔ لیکن مسلمان اس سے لاتعلق رہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اب بیشتر بین الاقوامی اداروں کی رائے ان کے ساتھ ہے اور قادیانی آج پوری دنیا میں مظلوم سمجھے جا رہے ہیں۔اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ واضح بات ہے کہ اگر قادیانی بین الاقوامی اداروں یا فورم پر اپنی درخواست لے کر جاتے ہیں اور اس کے جواب میں اسلامی نقطۂ نظر پیش نہیں ہوتا تو وہ فیصلہ ان کے حق میں ہی ہونے کا امکان ہو گا اور جب متعدد بین الاقوامی فورم ایک ہی جیسا فیصلہ کریں گے تو دنیا قادیانیوں کو ہی مظلوم سمجھے گی۔ یہ حقائق سامنے رکھتے ہوئے مسلمانوں کو اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا ادراک اور ازالہ کرنا چاہیے۔

چند تجاویز و سفارشات

آئندہ کا لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے؟[۵۳] اس ضمن میں مختلف فیصلوں کے نتائج پر غور وخوض کرنا ضروری ہے۔ یہ واضح بات ہے کہ مبارک ثانی فیصلے کا بھی ردِ عمل ہو گا اور اس کے نتائج کا بھی سامنا کرنا ہو گا۔ علماء، اہل دانش اور قانون دانوں کی طرف سے جن تحفظات کا اظہار کیا جاتا رہا ہے ان کو ریکارڈ پر لانا چاہیے تا کہ آئندہ علمی بحث و مباحثہ کی بنیاد اور عنوان بن سکے چاہے وہ تحفظات اس کیس کے فیصلے کے حوالے سے ہوں یا بالعموم قادیانیت کے مسئلے اور توہینِ مذہب کے قانون سے متعلق ہوں۔اس پر تسلسل سے کام کے نتیجے میں کنفیوژن دور کرنے میں مدد ملے گی۔

مبارک ثانی کیس کے حتمی فیصلہ کو کامیابی سے آگے بڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ تمام مذہبی اور قانونی قوتیں ایک مشترکہ محاذ پر اکٹھی ہوں، اور آگہی پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ بیک وقت علمی و قانونی بنیادوں پر کام کیا جائے۔ یہ کیس مستقبل میں قانونی نظائر کے لیے اہم ثابت ہو سکتا ہے۔ اس ضمن میں تمام عدالتی فیصلوں کو سامنے لا کر موجودہ کیس اور اس کے فیصلہ کو ایک اہم نظیر بنانا چاہیے تاکہ آئندہ کے لیے مضبوط قانونی بنیادیں فراہم کی جا سکیں۔

قوانین کی جامعیت اور تسلسل وقت کی اہم ضرورت ہے، اور اس عمل میں قانون ساز اداروں کا کردار نہایت اہم ہے۔ یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ توہینِ مذہب اور قادیانیوں سے متعلق موجودہ قوانین تشنہ ہیں، ان میں کچھ خلاء موجود ہیں۔ قوانین میں خلاء یا ابہام کی صورت میں مختلف افراد یا گروہ ان قوانین کی تشریح کو اپنے حق میں استعمال کر سکتے ہیں، جس سے قانونی عمل میں غیر یقینی صورتحال پیدا ہوتی ہے۔ ایسے میں عدالتوں سے اپنی مرضی کی تشریح لینے کی بجائے ان قوانین کو مزید وسیع اور واضح کرنا زیادہ مفید ہو گا۔ اس کا مقصد یہ ہو کہ قوانین میں موجود ابہام کو ختم کرتے ہوئے عدالتوں کو ایک واضح اور جامع قانونی فریم ورک فراہم کیا جائے تاکہ وہ بہتر طور پر فیصلے کر سکیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ قوانین کو نہ صرف جامع بنایا جائے بلکہ ان میں موجود خلاء کو پُر کر کے ان کی

22, 2024, Oxford Human Rights Hub, https://ohrh.law.ox.ac.uk/the-ahmadiyya-in-pakistan-religious-persecution-human-rights-and-islam/; Amjad Mahmood Khan, "Persecution of the Ahmadiyya Community in Pakistan: An Analysis Under International Law and International Relations," *Harvard Human Rights Journal*, Vol. 16, 2003, 217-244, https://journals.law.harvard.edu/hrj/wp-content/uploads/sites/83/2020/06/16HHRJ217-Khan.pdf; The United States Commission on International Religious Freedom, "USCIRF Concerned by Pakistan's Expulsion of Refugees and Attacks Against Ahmadiyya Muslims," November 6, 2023, https://www.uscirf.gov/news-room/releases-statements/uscirf-concerned-pakistans-expulsion-refugees-and-attacks-against; National Commission for Human Rights, Pakistan, "Situation Report: Monitoring the Plight of the Ahmadiyya Community," 2023, https://www.nchr.gov.pk/wp-content/uploads/2024/04/Ahmadiya-Report.pdf;

۵۳ مبارک ثانی کیس اور آئندہ کے لائحہ عمل کے حوالے سے چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان علامہ محمد راغب حسین نعیمی، چیئرمین انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد خالد رحمٰن، اور علامہ زاہد الراشدی نے مشاورتی اجلاس میں اظہارِ خیال کیا اور چند اہم نکات اور تجاویز کی نشاندہی کی جس کا خلاصہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

تشریح کا دائرہ بھی واضح کر دیا جائے، تاکہ عدلیہ کے پاس ایک مضبوط اور مربوط قانونی بنیاد ہو جس پر وہ اپنے فیصلے استوار کر سکے۔

مزید قانون سازی کے ذریعہ جامع اور متوازن قوانین کی تشکیل کے عمل میں اس اعتبار سے تسلسل رہنا چاہیے کہ تبدیل ہوتے حالات میں بھی یہ موثر ہوں۔ ختم نبوت اور عقیدے پر جامع قانون سازی کے لیے یہ اقدام زیادہ سے زیادہ مشاورت کے ساتھ اور ہم آہنگی کو یقینی بناتے ہوئے اٹھائے جائیں۔ اتفاق رائے سے فیصلے کرنے کی اس خواہش کے باوجود اختلاف کے مکمل خاتمہ کا امکان نہیں۔ اختلاف ایک درجہ میں ہر جگہ رہے گا، دینی طبقات میں بھی اختلاف ہے۔ نیت پر شبہ کرنے کی بجائے مکالمے اور بات چیت کو ترجیح دینی چاہیے اور عدلیہ کے ججز کی رائے اور فیصلوں کو بھی ایک مسلم فقہی موقف کے طور پر دیکھا جانا چاہیے۔ اس حوالے سے اس حقیقت کا ادراک کرنا چاہیے کہ قانون یعنی فقہ میں بتدریج تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے اور ایک اچھا قانون سماجی ارتقاء کے ساتھ ہم آہنگ ہوتا ہے۔ قانون کی دنیا سے وابستہ تمام افراد بالخصوص وہ تمام لوگ جو عدلیہ کا حصہ بنیں انہیں تعلیم کے دوران اور تربیتی اداروں میں بطورِ خاص توہینِ مذہب کے مسئلے کے حوالے سے اسلامی قانون کی منتخب مسلمہ کتابیں لازماً پڑھائی جانی چاہیں۔[۵۴]

توہینِ مذہب کے قانون کے حوالے سے قادیانی مسئلے کا جذباتی پہلو نہ صرف یہ کہ قابل فہم ہے بلکہ ایمان کے تقاضوں میں سے ایک ہے۔ تاہم ایمان ہی کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ قانون کے غلط استعمال کے امکانات کو بھی سختی سے روکا جائے۔ اس تناظر میں پورے معاملہ کو قانون سے ہٹ کر معروضی حالات اور وسیع علمی سطح پر دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر ٹھوس علمی کام کی طرف توجہ نہ دی گئی تو خدشہ ہے کہ مستقبل میں کہیں سنگین صورتِ حال پیدا ہو سکتی ہے۔

اس امر کو سمجھنا ضروری ہے کہ ہجومی تشدد کی صورت میں عوام اور بعض اوقات علماء کے سخت جذباتی اور غیر متوازن طرزِ عمل اختیار کرنے سے نہ صرف انصاف کے تقاضے پورے نہ ہونے کے خدشات ہیں بلکہ اسلام کے وسیع تر مقصد یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عزت، ان کی تعلیمات اور دعوت کو آگے بڑھانے اور لوگوں تک پہنچانے کے حوالے سے جو غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں اس سے مسلمان اپنے وسیع تر مقصد سے ہٹ رہے ہیں۔ مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر قانون کے تابع رہنا چاہیے بصورت دیگر اسلام میں اور فتنے فساد میں فرق ختم ہو جائے گا۔ اس اعتبار سے عوام کو اس مسئلہ کے حوالے سے آگاہی دینے کے ساتھ ساتھ بیرون ملک میں بھی اپنی بات سلیقے سے پیش کرتے ہوئے موثر طور پر متوجہ کرنا چاہیے کہ ان کے یہاں اسلام کے حوالہ سے اشتعال انگیزی پر ہونے والے واقعات کی روک تھام کی جائے۔ اس ضمن میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے کہ انہوں نے اپنے دور میں اس طرح کے حالات میں کیا طرزِ عمل اختیار کیا۔

بین الاقوامی فورموں میں اپنا ریاستی موقف بھی موثر طور پر پیش کرنے کا اہتمام کرنا ہوگا۔ اسلامی ریاست کے دستوری تقاضوں کے حوالے سے جو باتیں بین الاقوامی اداروں میں زیرِ بحث آتی ہیں ان میں فریق بننا چاہیے، ان مباحث کو نظرانداز کرنا مسئلے کا حل نہیں ہے۔ کیونکہ یہ لوگوں کے ذہنوں پر بہر حال اثرانداز ہوتے ہیں اور یوں یہ ذہن سازی میں موثر ثابت ہوتے ہیں۔

ختم نبوت کے معاملے پر کامیابی کے لیے اتحاد و اتفاق کی ضرورت ہے۔ مبارک ثانی یا اسی طرح کے مستقبل کے کسی بھی کیس کو ۱۹۷۴ کے ختم نبوت کیس کی طرح ایک مشترکہ محاذ کے طور پر چلایا جانا چاہیے، تاکہ فرقہ واریت کی بجائے مشترکہ جدوجہد کے ذریعے مضبوط نتائج حاصل کیے جا سکیں۔ ایسے کسی بھی کیس کی کامیابی کے لیے اعلیٰ پائے کے وکلا کی ٹیم کی ضرورت ہے، جو مذہبی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ قانونی نکات کو بھی بخوبی سمجھیں۔ اس حوالہ سے آئندہ کسی مرحلہ میں بھی تکنیکی بنیادوں پر مضبوط دلائل اور معاونت کی ضرورت باقی رہے گی تاکہ قانونی میدان میں مضبوطی سے اپنے موقف کو پیش کیا جا سکے۔ نعروں کی بجائے تحریری اور منطقی دلائل پر توجہ دی جائے۔

---

[۵۴] اس ضمن میں الصارم المسلول علی شاتم الرسول از ابن تیمیہ، السیف المسلول علی من سب الرسول از تقی الدین، رسالة تنبیه الولاة والحکام از ابن عابدین شامی، اور الشفا بتعریف حقوق المصطفی از قاضی عیاض بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ اس کے علاوہ قادیانیت کی تاریخ کے حوالے سے آغا شورش کشمیری کی کتاب ''تحریکِ ختمِ نبوّت''، مولانا مودودی کی کتاب ''مسئلہ قادیانیت'' اور علامہ اقبال کا موقف "Qadianis are traitors both to Islam and India" کا مطالعہ مفید ہوگا۔ اس کے علاوہ اپنے ملک کے عدالتی نظائر جیسے ظہیر الدین کیس اور مجیب الرحمان کیس بھی مدِ نظر رکھے جانے چاہییں۔

مبارک ثانی کیس میں سپریم کورٹ کا فیصلہ آنے سے توہینِ مذہب کا مسئلہ ختم نہیں ہو گا کیونکہ توہینِ مذہب ایک ہمہ جہتی موضوع ہے جسے تہذیبی و سیاسی کشمکش اور انتظامی کمزوریوں سے علیحدہ رکھ کر حل نہیں کیا جا سکتا۔ اس مسئلہ کی ایک اور جہت حکومتی نظم و نسق کی کمزوریاں ہیں جس کی وجہ سے بہت سارے مسائل پیدا ہو رہے ہیں، اسی طرح اس مسئلہ کی بین الاقوامی جہت کے حوالے سے دوسرے اسلامی ممالک کے قوانین کا جائزہ بھی لیا جانا چاہیے کہ وہاں کیا قانون ہے۔ موضوع کی اہمیت کے ساتھ یہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ سکڑتی ہوئی دنیا میں ان حساس امور پر دلائل کے ساتھ ہونے والے مباحث اسلام کی دعوت کو آگے بڑھانے کا موقع بھی ہیں۔ اس اعتبار سے مسلمان ممالک کی مشترکہ حکمتِ عملی کے لیے بھی کوششیں موثر طور پر آگے بڑھانی چاہئیں۔

تیار کردہ:

توقیر حسین

سینئر ریسرچ آفیسر

انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد

مزید معلومات کے لیے:

سید ندیم فرحت گیلانی

ریسرچ فیلو

انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد

nadeem@ips.net.pk